طلوعِ آفتاب

مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

آفتابِ نبوت کے طلوع سے تھوڑا سا پہلے دنیا کا منظر نامہ کیا تھا؟ اس کا تصور بھی لرزا دینے اور رونگٹے کھڑے کر دینے والا ہے۔ ظلمت ہی ظلمت، اندھیرے ہی اندھیرے، تاریکی ہی تاریکی، ہر سمت کفر و شرک کی سیاہ چادر تنی تھی، ظلم و جبر کے بھیانک طوفان چار سو برپا تھے، بے رحمی اور درندگی ہر طرف رقصاں تھی، بے حیائی کا دیو جوبن پر تھا، مرکزِ توحید خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بتوں نے جگہ بنالی تھی، بات بات بلکہ بے بات کی بات پر برسوں خون ریزی کا بازار گرم رہتا تھا، آفاقِ عالم میں بت پرستی کا علم لہرا رہا تھا، توحید کا نشان مٹ چکا تھا، جہالت شرق و غرب میں پنجے گاڑھ چکی تھی، خرمنِ امن پر بجلیاں گر رہی تھیں، علم کا نام حرفِ غلط کی طرح مٹ گیا تھا، غیرت کے نام پر معصوم بچیوں کا قتلِ عام ہو رہا تھا، اپنی اولاد کو زندہ درگور کر دینے کا ظالمانہ رواج قابلِ فخر گردانا جاتا، انسانیت کا خون پانی سے بھی زیادہ سستا ہو گیا تھا، معمولی بات پر خاندان کے خاندان اور نسلوں کی نسلیں نیست و نابود کر دی جاتیں، خانہ کعبہ کا ننگے طواف کیا جاتا تھا، صنفِ نازک کی عصمتیں سرِ بازار پامال ہو جاتی تھیں، ماں، بہن، بیٹی کی عزت چھن چکی تھی، عرب کا معاشرہ سر سے لے کر پاؤں تک ظلمتوں میں گھر چکا تھا، مظلوموں کے شب و روز آگ اور خون کی وادیوں میں بسر ہو رہے تھے، توراۃ کے نام لیوا اور انجیل کی نسبت رکھنے والے نام نہاد تعلیم یافتگان اپنے مفادات کی زنجیروں میں بری طرح جکڑے ہوئے تھے، حق بات کی پردہ پوشی اور چند ٹکوں کے عوض ضمیر فروشی ان کا شیوہ بن چکا تھا، حرص و ہوس ان کی رگ رگ میں پیوست تھی، کچھ اسی طرح کا منظر عرب کے باہر دنیا کے باقی خطوں میں بھی اپنا بھیانک چہرہ دکھا رہا تھا، دنیا بھر میں انسانیت کی تذلیل کے جا بجا مظاہرے ہو رہے تھے، کہیں بھی آسمانی تعلیمات کی روشنی دکھائی نہیں دے رہی تھی، چند انسان پوری خلق پر خدا بن کر اجارہ داری کر رہے تھے، غرباء پس کر رہ گئے تھے، آدھی دنیا پر تثلیث کا پھریرا لہرا رہا تھا، دنیا کا بڑا حصہ آگ کے آگے سر بسجود تھا، کہیں ستاروں کی پرستش ہو رہی تھی، کہیں جنات کو پوجا جا رہا تھا، کہیں خود تراشیدہ مورتیوں کے سامنے جبینیں خم

تھیں، غرض ہر آتشکدہ اور بتکدہ آباد تھا، اگر فقدان تھا تو توحید کا، کمی تھی تو موحدین کی، بقول حفیظ جالندھری مرحوم:

اندھیرا چھا چکا جب ظلم کا دنیائے ہستی پر
ہوا شیطاں مسلط ہر بلندی اور پستی پر
پہاڑوں پر چڑھا شیطاں، زمیں پر اک نظر ڈالی
نظر آئی اسے ہر مملکت ایمان سے خالی
بہت ہی خوش ہوا، نازو تکبر عود کر آیا
ہنسا اور فخر کے کلمے زبانِ نجس پر لایا
کہ میں ہوں، میں ہی میں ہوں، بادشاہ اقصائے عالم کا
مرے قدموں کے نیچے تخت ہے اولادِ آدم کا
زمیں کو چار جانب سے مری ظلمت نے گھیرا ہے
مرے دامن کے نیچے اب اندھیرا ہی اندھیرا ہے

جب گلشنِ عالم مکمل طور پر خزاں رسیدہ ہو گیا، اس میں ایک گل بھی کھلا ہوا نہ رہا، پتہ پتہ اور ڈالی ڈالی بادِ صبا کے ایک جھونکے کو بھی ترسنے لگی، شجر شجر اور بوٹے بوٹے پر مُردنی چھا گئی، صحنِ عالم کفر و شرک کی آندھیوں سے گرد آلود ہو گیا، کرب وستم کے سیاہ بادل امنڈ امنڈ کر عالم کو محیط ہو گئے تو خداوند تعالیٰ کے اٹل قانون کے مطابق بطحا کے افق سے آفتابِ ہدایت کا طلوع ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی کرنوں نے بت پرستی کی تیرگی اور شرک وکفر کی ظلمتوں کے بخیے ادھیڑ دیئے اور ستم ظریفی کی تاریکیاں دم توڑنے لگیں، وادیٔ فاران سے اٹھنے والے ابرِ رحمت نے باغِ عالم کے مردہ پیڑوں کو کچھ اس ادا سے سیراب کرنا شروع کر دیا کہ اس کی ڈالی ڈالی رشکِ جناں بن گئی، یعنی حضرت سیدہ آمنہ کی گود میں فخر دو عالم، مقصودِ کائنات اور سرتاجِ دو جہاں نے جنم لیا۔

ہوا عرشِ معلیٰ سے نزولِ رحمتِ باری
تو استقبال کو اٹھی حرم کی چار دیواری
بصد اندازِ یکتائی، بغایت شانِ زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

ابتدائی تربیت سیدہ حلیمہؓ کے حصہ میں آئی، چھ سال کی عمر میں والدہ داغِ مفارقت دے گئیں، آٹھ سال کے ہوئے تو دادا جان کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والد کی رحلت دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ہو چکی تھی، زندگی کا بڑا حصہ اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں گزرا، بچپن، لڑکپن، جوانی قابلِ رشک ہی نہیں، لائق تقلید بھی تھی، بابرکت بچپن، معصومانہ ادائیں، دل کو موہ لینے والے انداز واطوار، پرکشش شکل وصورت، بے داغ جوانی، پاکیزہ شباب، خوش اخلاقی میں اپنی مثال آپ، کمزوروں اور بوڑھوں کی خدمت کے جذبہ سے سرشار، مظلوموں کے ساتھ ہر ممکن تعاون کے جذبات رگ رگ میں موجزن، سچائی کی وہ شان کہ صادق لقب ٹھہرا، امانت داری کا یہ حال کہ امین کہلائے، چالیس سال کی عمر میں تاجِ نبوت سے سرفراز ہو کر اعلان رسالت کرتے ہیں تو پورا مکہ مخالفت پر تن جاتا ہے مگر کیا مجال کہ پائے استقلال میں ذرا سی لغزش آئے، تیرہ سال تک پوری پامردی سے مکہ مکرمہ میں دشمنانِ توحید کے سامنے سینہ سپر رہے اور پیامِ خداوندی کے فروغ میں شبانہ روز کوشاں رہے، پھر حکمِ خداوندی سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، متعدد معرکوں میں بے سروسامانی کے باوصف اسلحہ سے لیس دشمنوں سے ٹکراتے رہے،

اعلانِ نبوت کے بعد 23 سال میں جو زریں اور تابناک کارنامے سرانجام دیئے، تاریخ اس کی مثال لانے سے بے بس ہے اور صبحِ محشر تک عاجز ہی رہے گی، 23 سال کوئی زیادہ مدت نہیں ہے مگر اس مختصر عرصہ میں دنیا میں وہ انقلاب برپا کیا جس کا تصور بھی محال تھا، تلاوتِ قرآن، تزکیۂ نفوس اور تعلیم کتاب وحکمت کے ذریعے دلوں پر وہ محنت کی کہ عرب کا ماحول ہی پلٹ گیا، عرب کے بدو دنیا بھر کے رہبر ٹھہرے، خود اندھیروں میں ٹھوکریں کھانے والے ہدایت کے دیپ جلانے لگے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ایک دوسرے پر جان چھڑکنے کے خوگر بن گئے، توحید کے اُجالوں نے آن کی آن میں شرک کی شبِ دیجور کا طلسم توڑ دیا، شمعِ رسالت نے رسومات کا فسون پاش پاش کر دیا، تثلیث کا علم سرنگوں ہو گیا، بے حیائی کی کمر شکستہ ہوگئی، انسانیت کی تذلیل کے زمانے لد گئے، کمزوروں کی بے بسی کے دور بیت گئے، مظلوموں کے پستے رہنے کے دور گزر گئے، زندہ درگور کرنے کی رسمیں زیرِ خاک دفن ہوگئیں، عورت کو اس کا چھنا ہوا مقام مل گیا، بات بات پر خون ریزی کرنے والے اخوت کے پیکر بن گئے، بت پرستی کے رسیا توحید کے علمبردار بن گئے، جہالت کے اندھیروں میں بھٹکنے والے علم کے چراغ بانٹنے لگے۔

درفشانی نے تری قطروں کے دریا کر دیا — دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

بقول مولانا شبیر احمد انصاری:

''وہ مصلحِ اعظم ومجسمہ رشد وہدایت، وہ دنیا کا حقیقی رہبر ایک عرصہ تک قوم کو ضلالت کے گڑھے سے نکال کر نجات کے کنارے پر لاتا رہا اور گمراہی کی خندق سے ہدایت کی بلندی پر چڑھاتا رہا، آخر ہجرت کے گیارہویں سال جب وہ اپنا پیغام ساری دنیا کو پہنچا چکا......اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار کردہ نفوسِ قدسیہ اس قابل ہو گئے کہ دنیا کے ریفارمروں کو سبق دینے لگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معبودِ حقیقی کے پاس چلے گئے، صحابہ کرامؓ اور مخلص ساتھیوں نے اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اختیار کیا، رشد وہدایت کا علم لے کر اٹھے اور ساری دنیا پر چھا گئے، توحید کی حکومت کا پرچم قیصر کے قصر وکسریٰ کے ایوانوں پر اُڑنے لگا، کارتھیج کے کھنڈروں، ایشیاء کے میدانوں، یورپ کے پہاڑوں، سندھ کے ساحلوں، افریقہ کے ریگستانوں اور ہمالیہ کے دشت وجبل میں اللہ اکبر کی صدا گونجنے لگی، بحرظلمات کی لہریں مست ہوگئیں، آوازۂ فتح سے دیوارِ چین ہلنے لگی، بحرِ اوقیانوس کی روانی منجمد ہوگئی اور ان کی حیرت انگیز کوششوں، جہاد فی سبیل اللہ اور تعجب خیز کامرانیوں سے خدا کے نام کی منادی جنگل، دریا، پہاڑ، ویرانہ، آبادی، غاروں اور بلند چوٹیوں میں پہنچ گئی، بت خانوں سے صدائے توحید آنے لگی، گرجاؤں سے ھو حق کی آواز بلند ہوئی، آتشکدوں میں خدا کے کلام کی روشنی ہونے لگی، چند بادیہ نشین اور مٹھی بھر انسان اٹھے اور روم وفارس کے

دفتر الٹ کر رکھ دیئے اور جو قوت بھی ان سے ٹکرائی پاش پاش ہو کر رہ گئی"۔

لاکھ ستارے ہر طرف ظلمتِ شب جہاں جہاں — ایک طلوع آفتاب دشت و چمن سحر سحر

آخر میں اپنے چند نعتیہ اشعار بارگاہ نبوت میں پیش خدمت ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

مجھے راحت نہیں حاصل یہاں پل بھر مرے آقا ﷺ — تڑپ ہے گنبدِ خضریٰ چلوں اُڑ کر مرے آقا ﷺ
مزایوں ہے سلاموں کے تحائف اس طرح بھیجوں — نظر کے سامنے ہو عائشہؓ کا گھر مرے آقا ﷺ
تلاوت کی اذانوں کی صدائیں رس بھری ہیں واں — جہاں سوئے ہوئے ہیں ساقی کوثر مرے آقا ﷺ
بتا اے مسجدِ نبوی! وہ منظر کیسا دلکش تھا — کہ بو بکرؓ و عمرؓ پیچھے مصلے پر مرے آقا ﷺ
یہاں کے لالہ و گل سے وہاں کے خار اچھے ہیں — گلِ تر ہیں چبھیں جو بھی وہاں کنکر مرے آقا ﷺ
ہے عرش و لوح و کرسی، جنت الفردوس سے بڑھ کر — وہ مٹی جو بنی ہے آپ ﷺ کا بستر مرے آقا ﷺ
شبِ معراج سارے انبیاء ہیں مقتدی ٹھہرے — مصلائے امامت پر تھے جلوہ گر مرے آقا ﷺ
بڑا ہی ناز ہوگا مجھ کو اپنی خوش نصیبی پر — تری حرمت پہ گر کٹ جائے میرا سر مرے آقا ﷺ
بتا دینا مدینہ کے مسافر! شاہِ بطحاؐ کو — زیارت کو مرا دل ہے بڑا مضطر مرے آقا ﷺ
جمیلِ بے نوا کی عاجزانہ اک گزارش ہے — کہ ہو نظرِ کرم مجھ پر سرِ محشر مرے آقا ﷺ

☆......☆......☆

سانحہ وفات

جامعہ نعمانیہ صالحیہ کے بانی و مہتمم، فاضل دیوبند، ممتاز عالم دین حضرت مولانا علاؤالدین صاحب 16 دسمبر 2013ء بروز پیر کو اپنے خالق حقیقی سے تقریباً 100 سال کی عمر میں جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کی ولادت مارچ 1913ء بمطابق 1330ھ کو حضرت مولانا احمد دینؒ کے ہاں ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی، اس کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ نعمانیہ ملتان کا رُخ کیا، بعد ازاں مزید تعلیم کے لیے حضرت مدنیؒ کی درخواست پر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور چار سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1938 میں فراغت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغناء اور توکل کے اعلیٰ مقام سے نوازا تھا، آپ کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لیے دشمنوں نے ہر قسم کی لالچ اور پیشکش کی مگر آپ نے ہر قسم کی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے والد کے زیر سایہ ان کے قائم کردہ ادارے میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جمعیت علمائے اسلام سے آپ کی وابستگی ابتداء سے کسی نہ کسی حیثیت میں رہی ہے، مفتی محمودؒ کے آپ معتمد خاص شمار کیے جاتے تھے۔ آپ گذشتہ کئی عرصہ سے علیل تھے، بالآخر وقت موعود آپہنچا اور آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ کی وفات امت مسلمہ کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے، "ادارہ وفاق" لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین